عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

جناب خورشید احمد فارق صاحب، صدر شعبۂ عربی و فارسی، دہلی یونیورسٹی

جہاں تک ہمیں معلوم ہے اردو زبان میں پرانے ہندوستان کے تمدن، ثقافت، مذہب اور علوم کے بارے میں عربی تحریروں کا اب تک کوئی تفصیلی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا ہے، اردو کی دو تین کتابیں جو پچھلے تیس چالیس سال میں اس موضوع پر سپرد قلم کی گئی ہیں اُن میں عربی تحریروں کے معدودے چند ادھورے اور غلط ترجمے یا خلاصے ہی پیش کئے گئے ہیں، ان میں نہ تو متماثل موضوعات سے متعلق ساری اہم تحریروں کو یکجا کیا گیا ہے، نہ ان میں ترجمہ کی صحت کا اہتمام ہے، نہ تحریروں کی معلومات کو پرکھا گیا ہے کہ وہ کس حد تک درست ہیں اور تحقیق کی میزان میں ان کا کیا مقام ہے، اُن بہت سے ہندی اسما اور اعلام کی اصل شکل دریافت کرنے کی بھی کوئی علمی کھوج نہیں کی گئی ہے جو عربی تحریروں میں موجود ہیں، جو عربی زبان کے قالب میں ڈھل کر اور پھر بے احتیاط اور بے خبر کاتبوں کے تصرفات سے اتنے مسخ ہو گئے ہیں کہ ان کی اصل کا پتہ چلانا سخت دشوار ہو گیا ہے۔

مذکورہ بالا خامیوں اور نارسائیوں کے پیش نظر ہم ایک سلسلۂ مضامین شروع کر رہے ہیں جو محمود غزنوی سے پہلے کے ہندوستان (نویں دسویں صدی عیسوی) کے تمدن، مذہب، علوم، تاریخ اور تجارت وغیرہ سے متعلق عرب مؤلفوں کے بیانات پر مشتمل ہوں گے، اِن مضامین میں عربی عبارتوں کا صحیح اور اصل سے مطابق لیکن بامحاورہ ترجمہ دینے کی کوشش کی جائے گی، ان میں فراہم کردہ معلومات کی تثمین و تقدیر ہوگی

اور عبارتوں میں جو ہندی نام مسخ و محرّف ہو گئے ہیں ان کی صحیح شکل ہندوستانی تاریخی شہادت، ارباب تحقیق کی کھوج اور قرائن کی روشنی میں کی جائے گی۔ امید ہے ان مضامین سے قارئین عربی تحریروں کے حسن و قبح اور ان کی واقعی قدر و قیمت سے آگاہ ہو جائیں گے اور اگر ہو سکے تو اُن اشکالات کو دُور کرنے میں ہماری مدد بھی کریں گے جو اعلام کے سلسلہ میں ہنوز باقی رہ گئے ہیں۔

عربوں نے قدیم ہندوستان کے بارے میں کیا اور کتنا لکھا یہ بتانا بہت مشکل ہے کیونکہ ان کی بہت سی اور بالخصوص معرکۃ الآرا کتابیں تنگ نظر علماء کی بے اعتنائی، باہمی مسلکی اور مذہبی نزاع اور دوسرے آسمانی حوادث کی نذر ہو گئی ہیں - ہندوستان کے متعلق ان کی جو تحریری دستاویزیں ہم تک پہنچی ہیں اُن میں بیرونی کی کتاب الہند کے علاوہ ہم کسی ایسی کتاب سے واقف نہیں جس کا موضوع کُلّیۃً ہندوستان ہو۔ جس میں اس ملک کے تمدن، تہذیب اور مذہب سے سیر حاصل بحث کی گئی ہو، بیرونی کی کتاب کا دائرہ بھی اگرچہ اس کا موضوع ہندوستان ہے کل ہندوستان تک وسیع نہیں ہے بلکہ صرف شمالی ہند تک محدود ہے، دکن کے مذاہب اور تمدن سے اس میں بحث نہیں کی گئی ہے، اس کے علاوہ کتاب الہند میں صرف ہندو یا برہمن مذہب، عقائد اور تمدن کی تحلیل و تنقیح ہے جو کشمیر، پنجاب، یوپی، راجستھان اور مالوہ میں رائج تھا۔ اس میں بُدھ اور جین جیسے اہم اور وسیع مذاہب کا کوئی ذکر نہیں ہے جن کا سرزمین ہند کے کافی بڑے حصہ پر غلبہ تھا اور نہ اُن بہت سے ہندو، بُدھ اور جینی فرقوں کا جو ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے۔ دائرۂ بحث کی تنگی کے باوجود کتاب الہند اعلیٰ پایہ کی ایک تحقیقی کتاب ہے جس میں ہندی علوم اور خصوصیت کے ساتھ مذہب، عقائد اور تمدن کے بنیادی عناصر کا ہندوؤں کی کتابوں کے مطالعہ نیز ہندو علماء سے مراجعت کے بعد جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسری عربی تحریریں کتاب الہند کی اس صفت سے عاری ہیں، ان میں نہ تو اس کی سی علمی تحقیق ہے، نہ تفصیل و تحلیل اور نہ گہرائی، وہ بالعموم مختصر، بے نظام اور بے سیاق و سباق بیانات پر مشتمل ہیں، تاریخی کتابوں میں قُلات و کوئٹہ کی طرف سے سندھ پر ابتدائی عرب ترکتازیوں، پھر محمد بن قاسم کے حملہ اور اس کے جانشینوں کی راجستھان، مالوہ اور گجرات پر فوج کشی کی سطحی اور مجمل روئداد ہے، ادبی کتابوں میں

ہندی علوم، مثلاً ریاضی، ہیئت، نجوم، فلسفہ اور ہندی عقل و دانش کی تحسین ہے، جغرافیہ کی کتابوں میں ہندوستان کے ساحلی شہروں، ان کی مسافتوں، بعض مصنوعات، بصرہ اور عمان سے ملایا، انڈونیشیا کمبوڈیا اور چین تک اُس سمندر اور اس کے متعدد جزیروں کی جھلکیاں ہیں جہاں سے عربوں کے جہاز ہوکر گذرتے تھے، عجائب و غرائب کے موضوع پر متعدد کتابچے ہیں جن میں ہندوستانی ساحل، عرب، بنگال، انڈمان، سیام اور چین کے سمندروں کے انسانوں، حیوانوں، ہواؤں اور طوفانوں کے بارے میں مسافروں کے حیرت انگیز بیانات ہیں، کچھ ایسے عربی رسالے ہیں جن کو سفرناموں کی حیثیت حاصل ہے، اُن میں اُن بحری تاجروں کے مشاہدات ہیں جو ہندوستان کے مغربی، جنوبی اور مشرقی ساحلی شہروں سے ہوکر گذرے تھے یا بسلسلۂ تجارت وہاں قیام پذیر ہو گئے تھے، اور آخر میں ملتوں اور ادیان سے متعلق عربی کتابیں ہیں جن میں ہندو مذہب اور فرقوں کا مختصر ذکر ہے۔

تفصیل، تحقیق اور گہرائی کی کمی کے ساتھ عربی تحریریں سو فیصدی درست بھی نہیں ہیں، ان میں وہ ٹکڑے بھی موجود ہیں جو سُنی سنائی باتوں، ناقص مشاہدات، خام تحقیق اور مبالغہ سے پیدا ہوتی ہیں، لیکن ان خامیوں کے باوجود عربی تحریروں کو خاص اہمیت حاصل ہے، محمود غزنی سے پہلے کے ہندوستان (نویں دسویں صدی عیسوی) سے متعلق مقامی زبانوں میں ایسی تحریروں کا فقدان ہے جن سے اس عہد کے عقائد، طور طریق ثقافت اور تجارت وغیرہ کی تفصیل معلوم ہو سکے، اس عہد کے صرف سکے اور کتبات ہی محفوظ رہ گئے ہیں جن میں یا تو حکمرانوں کے اسما، معرکوں اور سنین حکومت کی فہرستیں ہیں یا ان کی عطا کردہ جاگیروں کے سپاٹ حوالے۔ بنابریں نویں اور دسویں صدی کے ہندوستانی اُفق پر لاعلمی کا گہرا دُھند چھایا ہوا ہے عربی تحریریں، ان کی قیمتی جھلکیاں اور اچھوتے خاکے اس دھند کے بہت سے گوشوں کو معلومات کی کرنوں سے اجاگر کر دیتے ہیں۔

ہندوؤں کا تعارف

جاحظ[1] متوفی ۲۵۵ھ -

نجوم اور حساب میں ہندو پیش پیش ہیں، وہ ہندی خط کے موجد ہیں، فن طب میں امتیازی شان

[1] رسائل الجاحظ، مصر، ص - ۸۱ -

رکھتے ہیں، طب کے رموز سے واقف ہیں، بگڑے ہوئے مزمن امراض کا خوب علاج کرتے ہیں۔ مورتیاں تراشنے اور رنگوں کے ذریعہ تصویر کشی میں بھی اُن کو مہارت ہے، شطرنج جو سب سے اعلیٰ کھیل ہے اور جس میں ہر کھیل سے زیادہ عقل لڑانا پڑتی ہے، ان کی ایجاد ہے، وہ عمدہ اسٹیل کی تلواریں بناتے ہیں جو زنگ آلود نہیں ہوتیں، تلوار کے کھیل اور کرتب دکھانے میں اُن کی نظیر نہیں ملتی، جنگ میں تلوار بازی کے خوب جوہر دکھاتے ہیں، زہر اتارنے کے کامیاب منتر ان کو آتے ہیں اور مختلف قسم کے درد جھاڑ پھونک کے ذریعہ دور کر دیتے ہیں، ان کے گانے دل پسند ہوتے ہیں، اُن کے ہاں کھوکلا (کنکلہ) نامی ایک تار کا ساز ہے جو کدو پر چڑھا ہوتا ہے، ان کا دوسرا ساز جھانجھ ہے، ان کے یہاں مختلف قسم کے ناچ بھی رائج ہیں، مقابلہ کے وقت خاص طور پر ان کی پھرتی اور نیزہ بازی کی مہارت قابلِ دید ہوتی ہے، تیر اندازی[1] میں ان کو کمال حاصل ہے۔ وہ جادو کرتے ہیں، دھونی رماتے ہیں اور دم سادھ لیتے ہیں، ان کے خط میں بہت سی زبانوں کے حرف موجود ہیں اور بہت سے رسم الخط ان کے ملک میں رائج ہیں۔ ان کے لٹریچر کا کافی بڑا حصہ شعر اور طول طویل خطبوں پر مشتمل ہے، فلسفہ اور ادب پر وہ بہت سی کتابوں[2] کے مصنف ہیں۔ کتاب کلیلہ[3] و دمنہ کی تالیف کا سہرا انہی کے سر ہے اصابتِ رائے اور شجاعت سے متصف ہیں، چینیوں میں اتنے اچھے عادات و اطوار نہیں پائے جاتے جتنے ان میں موجود ہیں مثلاً دتون کرنا، زلفیں لٹکانا، سلیقہ سے دھوتی باندھنا اور چادر اوڑھنا، مانگ نکالنا، خضاب لگانا، ان میں حسن، ملاحت اور جسمانی تناسب بھی پایا جاتا ہے، ان کا پسینہ خوشبودار ہوتا ہے، اُن کی عورتیں صوری و معنوی محاسن کے لئے بطور مثال پیش کی جاتی ہیں، ہندوؤں کے ملک ہی سے سلاطین کے محلوں میں وہ صندل آتا ہے جس کی نظیر نہیں ہوتی، وہی دھیان گیان کا سرچشمہ ہیں اور ایسے منتروں کے موجد جن سے زہر کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ نجومی حساب دوسری قوموں نے

---

[1] اصل میں مناصفہ ہے جس کو ہم نے مناضلہ کی تحریف قرار دیا ہے۔ [2] اصل میں "وطب" فی الفلسفۃ والادب ہے، جو "وکتب" کی تحریف معلوم ہوتی ہے۔ [3] یہ کتاب سنسکرت سے قدیم فارسی میں اور پھر آٹھویں صدی عیسوی کے نصف ثانی میں عربی میں منتقل ہوئی، اس کا مقصد حکمرانوں کی سیرت اور کردار کی اصلاح اور ان میں ان کے منصب کے شایانِ شان صفات پیدا کرنا تھا، عباسی سکریٹریٹ اور حکمراں طبقہ میں بے حد مقبول ہوئی، حفظ کی آسانی کے لئے اس کو کئی بار نظم بھی کیا گیا۔

ہی سے سیکھا ہے، آدم علیہ السلام جنت سے انہی کے ملک[1] میں اُتارے گئے تھے۔

کالی اقوام کے خصائص میں خوش خلقی اور عمدہ آواز بھی داخل ہے اور یہ صفات گانوں میں پائی جاتی ہیں بشرطیکہ ان کا تعلق سندھ سے ہو۔ غلاموں میں ہندی یا سندھی غلاموں سے بہتر باورچی نہیں ہوتے، ان کو ہر قسم کے کھانے پکانے کا قدرتی سلیقہ ہوتا ہے، ایک اور خصوصیت ان کی یہ ہے کہ ساہوکار اور سیٹھ سندھیوں ہی کو اپنا منیم اور خزانچی بناتے ہیں کیوں کہ ایمانداری کے ساتھ ساتھ ان کو مالی کاروبار اور حساب کتاب رکھنے کی بھی مہارت ہوتی ہے، شاید ہی کوئی عرب ایسا ہوگا جس کے منیم اور خزانچی یونانی یا فارسی ہوں، تجارتی حلقوں میں سندھی بڑے مبارک سمجھے جاتے ہیں، بصرہ کے تاجر اور بُرّبہار[2] کے بیوپاریوں نے جب دیکھا کہ فرج ابو روح سندھی[3] نے اپنے مالک کی تجارت کو غیر معمولی فروغ دیکر خوب دولت جمع کرلی ہے اور بہت سی جائدادیں خریدلی ہیں تو ان میں سے ہر ایک نے سندھی غلام خرید لئے۔

یعقوبی متوفی ۲۸۴ھ / ۸۹۷ء[4]۔

فلسفہ اور غور و فکر ہندوؤں کا طرۂ امتیاز ہے، ہر حکمت اور دانائی میں وہ دوسری قوموں سے بازی لے گئے ہیں۔ نجوم میں ان کے نظریات سب سے زیادہ صحیح ہیں، اس موضوع پر ان کی ایک مہتم بالشان کتاب سندھند (سند ہانت[5]) ہے جس سے ہر وہ علم مستنبط ہوا ہے جس سے یونانیوں، فارسیوں اور دوسری متمدن اقوام کے علماء نے دلچسپی لی ہے، طب میں ان کی آراء نہایت وقیع ہیں ...

---

[1] مشہور اور متداول رائے یہ ہے کہ آدم لنکا میں اترے تھے۔ [2] بربہار برونزن (بہار) بہار سنسکرت میں اتنے بوجھ کو کہتے ہیں جو ایک بیل اٹھا سکے اور یہ لگ بھگ سوا دو من کے بقدر ہوتا ہے (کتاب الہند بیرونی ص۱۶۵) بربہار سے مراد وہ سامان ہے جو بیلوں پر ڈھویا جاتا تھا اور پھر سمندر یا خشکی کے تجارتی قافلوں کے ذریعہ ہندوستان و سندھ سے عراق اور دوسرے اسلامی ملکوں کو برآمد کیا جاتا تھا، اس میں زیادہ تر دوائیں، جڑی بوٹیاں، قیمتی خوشبودار اشیا اور بڑھیا سامان ہوتا تھا، دسویں صدی عیسوی کا سیاح اور جغرافیہ نویس مقدسی لکھتا ہے (احسن التقاسیم لائدن ص۱۳۱) کہ کرمان کے ضلع نرماسیر میں بُرّبہار کا ایک تجارتی مرکز تھا جہاں یہ سامان ہندوستان سے لاکر جمع کیا جاتا تھا اور پھر دوسرے علاقوں کو دساور کیا جاتا تھا۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھو تاج العروس مادہ بُہَرٌ و سمعانی گب میموریل سیریز لندن ۱/۱۷ و برہان ستمبر ۱۹۶۱ء مضمون ڈاکٹر ابونصر محمد خالدی ص۱۴۱-۱۴۲۔
[3] یہ محمد بن سنگی (بریضۃ قلم) نامی بصرہ کے ایک تاجر کا زرخرید غلام تھا۔ [4] تاریخ، نجف
[5] فلکیات اور نجومی حساب پر ہندوؤں کی مشہور اور مستند تصنیف۔

مسعودی[1] متوفی ۳۴۶ھ/۹۵۶ء :-

ہندوؤں کا مرتبہ عقل، سیاست، دانش، رنگ و روپ، صورت شکل، صحت مزاج، ذہانت اور دقت نظر میں سیاہ فام، گندم گوں اور دوسری تمام قوموں سے بلند تر ہے۔

بیرونی[2] متوفی ۴۴۰ھ/۱۰۴۸ء :-

ہندوؤں کا خیال ہے کہ ان کے ملک سے بہتر نہ تو کوئی ملک ہے، نہ ان کی قوم سے بہتر کوئی اور قوم، نہ ان کے بادشاہوں سے افضل کوئی بادشاہ، دین و مذہب ہے تو ان کا، علوم و آداب ہیں تو ان کے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے ان لوگوں میں تعلّی، رعونت اور خودپسندی پیدا ہو گئی ہے اور ان کی علمی ترقی رک گئی ہے، علم کے معاملہ میں یہ لوگ بہت بخیل واقع ہوئے ہیں، غیر ہندو تو درکنار خود اپنی قوم کے ایسے افراد سے جن کو یہ نااہل سمجھتے ہیں علمی باتیں اور حقائق چھپاتے ہیں، علاوہ بریں ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ دنیا میں ان کے شہروں کے علاوہ اور شہر اور ان کے باشندوں کے علاوہ اور بھی باشندے ہیں اور ان کے ماسوا دوسری قوموں میں بھی علوم و فنون ہیں، اس معاملہ میں ان کا غلو اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ اگر ان سے خراسان و فارس کے علوم یا علما کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ مخبر کو جاہل تصور کرتے ہیں اور مذکورہ بالا کمزوری کی وجہ سے ہرگز اس کو سچا نہیں مانتے، اگر یہ لوگ سفر کریں اور دوسرے ملکوں کے علماء سے ملیں جلیں تو یقیناً ان کو اپنی رائے بدلنا پڑے۔ بایں ہمہ ان کے اسلاف اس درجہ بے خبر نہ تھے، برہمہر[3] ان کا بلند پایہ فاضل جہاں برہمنوں کی تعظیم کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی کہتا ہے کہ یونانی باوجود ملیچھ (ناپاک) ہونے کے چونکہ علوم میں دوسری قوموں سے بڑھ گئے ہیں اس لئے ان کی بھی تعظیم واجب ہے.... ہندوؤں کے اسلاف یہ بات مانتے تھے کہ یونانیوں کے علوم کمیت اور کیفیت دونوں میں ان کے علوم سے زیادہ ہیں۔

---

[1] مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر مصر ۱/۱۱۲- [2] کتاب الہند، اڈیٹر ایڈورڈ سخاؤ، لندن ۱۸۸۸ء ص ۱۱

[3] وراہمیہرا (Varahamihira) راجہ وکرمادیت کے دربار کا ایک ممتاز ہیئت داں، متوفی ۵۸۷ء، اور مصنف برہت سنگھتا (Brihat-Samhita)

ابو حامد غرناطی[1] متوفی سنہ ۵۶۵ھ / ۱۱۷۰ء

ہندوستان اور چین میں شاندار حکومتیں ہیں، یہاں خوب انصاف ہوتا ہے، خدا نے ہندیوں اور چینیوں کو بڑی بڑی حکومتیں عطا کی ہیں، ان کا طریقِ حکومت اچھا ہے، لوگ خوش حال ہیں اور امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ فلسفہ، طب، ہیئت اور اعلیٰ قسم کی دستکاری میں ہندو سب قوموں سے بازی لے گئے ہیں۔

قاضی صاعد اندلسی[2] متوفی سنہ ۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء

اُن قدیم اقوام میں جنھوں نے علوم سے دل چسپی لی ہندو سب سے پہلی قوم ہیں، ان کی بہت بڑی آبادی اور شان دار حکومتیں ہیں، ساری پچھلی قوموں نے ان کے فلسفہ اور دانش کا اعتراف کیا ہے اور سارے علوم میں ان کی فوقیت تسلیم کی ہے، سلاطینِ چین کہا کرتے تھے کہ دنیا میں پانچ بڑے بادشاہ ہیں، باقی سارے حکمراں ان کے تابع اور ماتحت ہیں: شاہِ چین، شاہِ ہند، شاہِ ترک، شاہِ فارس اور شاہِ روم، وہ شاہِ چین کو عوام کا بادشاہ کہتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ چینی ہر قوم سے زیادہ اپنی حکومت کے فرماں بردار رہتے ہیں اور ہر قوم سے زیادہ ملک کے قانون اور ضابطوں کا احترام کرتے ہیں، چینی ہندوؤں کی علم سے بڑی ہوئی دل چسپی اور فنون میں ان کی فوقیت کی وجہ سے شاہِ ہند کو شاہِ دانش (ملک الحکمۃ) کہتے تھے اور ترکوں کی غیر معمولی شجاعت کے باعث شاہِ ترک کو شاہِ درندگان (ملک السباع) اور شاہِ فارس کو شاہنشاہ کیونکہ اس کی حکومت نہایت وسیع، پُرشکوہ اور خوش حال تھی اور وسطِ عالم کے کئی بادشاہ اس کے ماتحت اور بستی دنیا کے بہترین علاقے اس کے زیرِ نگین تھے۔ سلاطینِ چین، قیصرِ روم کو شاہِ مرداں (ملک الرجال) کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے چہرے نہایت دل کش اور جسم نہایت شاندار تھے اور ان کی حکومت بھی مضبوط بنیادوں پر قائم تھی۔

ہندوستان ہر زمانہ میں دنیا کی تمام اقوام کے نزدیک حکمت و دانش کی کان، انصاف و حسنِ سیاست کا گہوارہ، داناؤں، اعلیٰ افکار، عقل و دانش سے مملو کہاوتوں اور عجیب و غریب علمی نتائج کا

[1] مسالک الممالک عمری قلمی دارالکتب قاہرہ بحوالہ تحفۃ الالباب ابو حامد غرناطی۔ [2] طبقات الامم مصر ص ۱۱-۱۵۔

سرچشمہ رہا ہے۔ ہندؤوں کا شمار اگرچہ سیاہ فام اقوام میں کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا نے ان کو کالی قوموں کے اخلاقی عیوب، سفلہ پن اور سبک سری سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو بہت سے گندمی اور سفید قوموں پر فضیلت عطا کی ہے۔ ستارہ شناس علما کے ایک اسکول کی رائے ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر زحل اور عطارد کا عمل دخل ہے، زحل کے زیر اثر اگر ایک طرف ہندؤوں کا رنگ کالا ہو گیا ہے تو دوسری طرف ان میں اصابت رائے اور دقتِ نظر پیدا ہو گئی ہے اور عطارد کے زیر اثر ان کی عقلیں روشن اور ذہن صاف ہو گئے ہیں، اسی روشنیٔ عقلی اور کھرے کھوٹے میں تمیز کے باعث وہ تمام کالی اور حبشی قوموں سے ممتاز ہو گئے ہیں اور انہی صفات کی بدولت ان کو حساب، ہیئت کے رموز، نجومی مسائل اور سارے ریاضی علوم میں غیر معمولی دستگاہ حاصل ہے، اس کے علاوہ فنِ طب میں وہ جتنے ماہر ہوتے ہیں اور دواؤں کی خاصیت اور قوت کا ان کو جتنا گہرا اور جامع علم ہے، اس میں کوئی دوسری قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ان کے بادشاہ عمدہ سیرت اور اعلیٰ اطوار کے حامل ہوتے ہیں اور بڑی سمجھ بوجھ سے حکومت کرتے ہیں۔ خدا کے بارے میں ہندؤوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں......

قفطی[1] متوفی سنہ ۱۲۴۸ء / ۶۴۶ھ :-

...... یونانیوں کا سوادِ اعظم ستاروں کی تعظیم کرتا تھا اور مورتیوں کو پوجتا تھا، ان کے علماء کو فلاسفہ کہتے ہیں، فلاسفہ فیلسوف کی جمع ہے، یونانی زبان میں فیلسوف اس شخص کو کہتے ہیں جو عقل و دانش کا دوست ہو، یونانی اُن آٹھ قوموں میں سے ایک ہیں جنھوں نے علوم سے دلچسپی لی اور اُن سے قاعدے ضابطے اخذ کئے۔ ان آٹھ اقوام کے نام ہیں: ہندو، فارسی، کلدانی، رومی، مصری، عرب اور عبرانی، انہی قوموں نے علوم و فنون کی طرف دھیان دیا اور اُن کے اصول و ضوابط مقرر کئے۔ دنیا کی باقی اقوام نے علوم سے کوئی سروکار نہ رکھا اور نہ کوئی علمی آثار چھوڑے ہیں، ان کی حالت چوپاؤں کی سی رہی ہے جو صرف کھانے، پینے اور پیدا کرنے کے لئے جیتے ہیں۔

---

[1] تاریخ الحکماء، اڈیٹر جولیس لیپرٹ، لائپزگ سنہ ۱۹۰۳ء ص ۲۷۔

خدا کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ

بیرونی[1] :-

خدا کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ یکتا ہے، ازلی ہے، اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ اپنے سارے کاموں میں پوری طرح خود مختار ہے اور اُن کے انجام دینے پر ہر طرح قادر، اس کا ہر کام حکمت و دانائی پر مبنی ہے، خود زندہ ہے اور زندگی عطا بھی کرتا ہے۔ مدبر کائنات ہے، ہر شئے کی بقا کا مدار اسی پر ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا حریف نہیں، وہ نہ تو خود کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس بیان کی توثیق کے لئے ہم ان کی کتابوں سے چند اقتباس پیش کرتے ہیں۔

کتاب پتنجلی[2] میں سائل پوچھتا ہے: وہ معبود کون ہے جس کی عبادت سے کامیابی کی استعداد اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے؟

مجیب: یہ وہ معبود ہے جو اپنی ازلیت اور وحدانیت کے باعث ایسے افعال کرنے سے بے نیاز ہے جن کے بدلہ میں کسی فائدہ کی امید یا نقصان سے بچنے کی توقع کی جائے، اس معبود کے ساتھ ایسے خیالات وابستہ نہیں کئے جا سکتے جو مخلوقات کے لئے مخصوص ہیں کیوں کہ اس کا نہ کوئی اچھا ہمسر ہے نہ بُرا، وہ ازل سے ابد تک عالم بالذات ہے، اس کے بارے میں کسی وقت اور کسی حالت میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی بات سے واقف نہیں۔

سائل: کیا ان صفات کے علاوہ اس میں اور صفات بھی پائی جاتی ہیں؟

مجیب: وہ علوِ تام ہے جو کوئی جگہ نہیں گھیرتا، وہ خیر محض ہے جس کا شوق ہر دل میں اور جس کی تڑپ ہر روح میں موجود ہے، اس کا علم سہو کی کثافت یا جہالت کی نجاست سے پاک و صاف ہے

سائل: وہ متکلم ہے کہ نہیں؟

مجیب: جب وہ عالم ہے تو متکلم بھی ضرور ہے۔

[1] کتاب الہند صـ۱۵ [2] دیکھو فٹ نوٹ صـ۳ صـ۱۳۱ ۔ (یہ فٹ نوٹ اگلی قسط کے فٹ نوٹ میں ہوگا)

سائل: اگر وہ اپنے علم کی وجہ سے متکلم ہے تو اس کے اور ان رشیوں کے درمیان کیا فرق ہے۔ جو اپنے علم کی مدد سے بولتے ہیں اور کلام کے ذریعہ دوسروں تک اپنا علم منتقل کرتے ہیں؟

مجیب: اس کے اور رشیوں کے علم کے درمیان وقت و زمان کا فرق ہے، رشیوں پر جاننے اور بولنے سے پہلے ایک ایسا زمانہ گزرا ہے جب وہ عالم اور متکلم نہ تھے، اس لئے ان کا علم اور ان کے علم کی افادیت مقید بزمان ہے، خدا کا علم اور کلام اس طرح مقید نہیں، اس لئے خدا ازل ہی سے عالم اور متکلم ہوا، یہ وہ معبود ہے جس نے برہمن اور دوسرے پرانے رشیوں سے مختلف طریقوں سے کلام کیا تھا، ان میں سے کسی پر کتاب القا کی اور کسی کو دوسرے طریقہ سے علم عطا کیا اور کسی پر وحی نازل کی۔

سائل: جو محسوس نہیں ہو سکتا اس کی عبادت کیونکر ہو سکتی ہے؟

مجیب: اس کا صاحب نام ہونا ہی اس کے وجود کو ثابت کرتا ہے کیونکہ خبر بغیر مبتدا اور اسم بغیر مسمیٰ کے نہیں ہو سکتا، اگرچہ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے تاہم روح اس کو سمجھتی ہے اور دھیان سے اس کی صفات کا احاطہ ممکن ہے، یہی دھیان صحیح معنی میں اس کی عبادت ہے اور اس دھیان کو ہمیشہ جاری رکھنے سے ہی حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

ہندوؤں کی کتاب گیتا میں جو مہابھارت کا ایک حصہ ہے باسدیو[1] (واسودیو) ارجن سے کہتا ہے: بلاشبہ میں وہ کُل ہوں جس کی نہ تو ولادت کے ذریعہ ابتدا ہوئی ہے اور نہ وفات کے ذریعہ جس کا خاتمہ ہوگا، میں بدلہ یا مکافات کی خاطر کوئی کام نہیں کرتا، میں دوستی یا دشمنی کی بنا پر ایک طبقہ یا گروہ کے مقابلہ میں کسی دوسرے طبقہ یا گروہ سے کوئی خصوصی تعلق نہیں رکھتا، میں نے اپنی ہر مخلوق کو وہ صلاحیتیں دے رکھی ہیں جن کی اس کو ضرورت ہے جو شخص مجھے ان صفات سے متصف کر کے میرا دھیان کرتا ہے اور ذاتی نفسانیت کو اپنے افعال سے دور رکھنے میں میری پیروی اختیار کرتا ہے اس کی بندشیں کھل جاتی ہیں اور اس کی نجات اور مکتی آسان ہو جاتی ہے۔

باسدیو نے گیتا میں دوسری جگہ کہا ہے: اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ کسی مصیبت یا مشکل کے وقت

---

[1] باسدیو سے کرشن مراد ہے، یہ ہندو دیوتاؤں کا سب سے مشہور اور محبوب دیوتا ہے۔ ڈاؤسن صفحہ

خدا سے لو لگا لیتے ہیں، لیکن اگر تحقیق کرکے دیکھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ گیان اور معرفت سے کوسوں دور ہیں، وجہ یہ ہے کہ خدا کو حواس کے ذریعہ محسوس نہیں کیا جا سکتا، اس لئے لوگ اس سے بے خبر رہتے ہیں، ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو خدا کو محسوسات کے ذریعہ سمجھتے ہیں اور کچھ محسوسات سے بڑھ کر مطبوعات پر ٹھہر جاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ محسوسات و مطبوعات سے بالاتر ایک ذات ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ جس کو کسی نے پیدا کیا ہے، جس کی کُنہ اور حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی لیکن جو خود ہر چیز کا پورا اور ہمہ گیر علم رکھتا ہے۔

یہ ہے ہندو علماء کی رائے خدا کے بارے میں جس کو وہ اِلشفر (ایشور) کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی بے نیاز اور فیاض، جو دیتا ہے لیتا نہیں۔

رسول کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ

بیرونی[1]:-

یونان کے لوگ ضابطے قاعدے اپنے فلاسفہ سے اخذ کرتے تھے جو قانون سازی پر مامور ہوتے تھے اور جن کی نسبت یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ ان کو تائیدِ الٰہی حاصل ہے، جیسے سولن (SOLON) درو قون (DROCO) اور فیثاغورس (PYTHAGORAS) ضوابط و قوانین کے معاملہ میں ہندو یونانیوں سے ملتے جلتے ہیں، وہ شریعت اور ضوابط کردار رسول سے نہیں بلکہ رشیوں سے اخذ کرتے ہیں۔ رسول کو وہ نارائن کہتے ہیں جو مبعوث ہوتے وقت انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے، رسول صرف اُن خرابیوں کو دور کرنے آتا ہے جو دنیا میں پھیل جاتی ہیں یا اُن نقصانات سے بچانے کے لئے جن کی زد میں معاشرہ ہوتا ہے، ضابطے قاعدے بہرحال جوں کے توں رہتے ہیں، ان میں رسول کوئی تبدیلی نہیں کرتا، بنا بریں جہاں تک دین کے ضوابط اور اصول کا تعلق ہے ہندو رسولوں کے محتاج نہیں ہیں، رہا ہندو مذہب میں شریعت کے نسخ کا سوال تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نسخِ شریعت کو خلافِ عقل نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ باسدیو کے آنے سے پہلے بہت سے کام مباح تھے جو بعد میں حرام کر دئے گئے، ان مباح کاموں میں گائے کا گوشت بھی تھا، شریعت یا اس کے بعض ضابطوں کے نسخ کا سبب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے

---

[1] کتاب الہند ص۵۱-۵۲-

مزاج بدل جاتے ہیں اور ان میں مروجہ واجبات کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت باقی نہیں رہتی۔

روح کے بارے میں ہندؤوں کا عقیدہ آواگون

بیرونی[1]:-

جس طرح کلمۂ اخلاص مسلمانوں کا، تثلیث عیسائیوں کا اور سبت یہودیوں کا دینی شعار ہے اسی طر تناسخ کا عقیدہ ہندو مذہب کی امتیازی علامت ہے، جو شخص اس عقیدہ کا قائل نہیں وہ ہندو نہیں ہو سکتا نہ ہندؤوں میں اس کا شمار ہو سکتا ہے، ہندو کہتے ہیں کہ روح جب تک "عاقل" نہیں ہو لیتی مطلوب کا دفعتہً پورا پورا ادراک نہیں کر سکتی، "عاقل" بننے تک وہ جزئیات کو دریافت کرنے اور ممکنات کو تلاش کرنے میں لگی رہتی ہے، یہ جزئیات و ممکنات اگرچہ لامتناہی نہیں ہوتے پھر بھی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان پر حاوی ہونے کے لئے بہت طویل مدت درکار ہوتی ہے اور عاقل بننے یعنی مطلوبہ علم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ روح اشخاص و جزئیات اور ان کے احوال و افعال کا مشا کرے اور ہر تجربہ سے تھوڑا تھوڑا نیا علم حاصل کرتی رہے لیکن چونکہ افعال مختلف الشکل ہوتے ہیں یہ عالم ایک بنیادی مقصد کے تحت وجود میں آیا ہے اس لئے اس بنیادی مقصد کے ہمیشہ تابع رہنے والی روحیں اچھا عمل ہو یا برا بوسیدہ جسموں میں آتی جاتی رہتی ہیں تاکہ اچھے عمل کے ثواب سے متمتع ہو کر جسموں میں آنا جانا ان کو بھلائی کی طرف مائل رکھے اور عذاب کے زیر اثر جسموں میں آنا جانا ان کو برائی سے باز رکھے، روح کی آمد و رفت ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ہوتی ہے، اس کے برعکس نہیں ہوتی کیونکہ اعلیٰ میں ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں شامل ہوتے ہیں، دونوں درجوں میں اختلاف مراتب کا تقاضہ ہوتا ہے کہ دونوں کے عمل میں بھی فرق ہو اور یہی تناسخ یا آواگون ہے اور یہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک روح اور مادہ مقصودِ اعلیٰ نہیں پا لیتے، مادہ کی طرف سے مقصود اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ اس میں گیان اور علم حاصل ہو جانے سے اضطراب شوق باقی نہیں رہتا، اس کو اپنی ذا اور جوہر کی شرافت نیز مادہ کے گھٹیا پن اور اس کی صورتوں کی ناپائیداری کا یقین ہو جاتا ہے اس لئے

---

[1] کتاب الہند ص ۲۴-۲۵۔

ساتھ نہ صرف ہندوستان کے چڑیا خانوں میں طرح طرح کے مور بھی پالے گئے ہیں۔ بلکہ جاپان کے گھر کے لیے یہیں کے مور کا ایک جوڑا ۱۸۵۱ء میں گیا تھا جس سے بڑھتے بڑھتے اس وقت ان کی تعداد کم از کم ایک ہزار تک پہونچ گئی ہوگی۔ لیکن ان سب کے باوجود ہندوستان سے بیرونِ ملک جانے کا کوئی سراغ جب تک نہ ملے یہ کیسے اخذ کیا جائے کہ حضرت سلیمانؑ کے بیڑے یہاں سے مور لے گئے۔

برخلاف اس کے ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ انگریزی میں جس طرح مرغا کو 'COCK' اور مرغی کو 'HEN' کہتے ہیں۔ اور مور کو 'PEA - COCK' اور مورنی کو 'PEA - HEN' کہتے ہیں نیز یہ کہ جس طرح مرغا اور مرغی دونوں کے لیے مشترک لفظ 'FOWL' (فاؤل) ہے اسی طرح مور اور مورنی کے لیے مشترک لفظ 'PEA - FOWL' (پی فاؤل) اور 'FOWL' (فاؤل) دونوں سے اور دنیا میں 'گنی فاؤل' (GUINEA FOWL) جو اسی مخصوص مغربی افریقہ کے خطّہ سے منسوب ہے مشہور ہے۔

انگریزی لغت کی تشریح ملاحظہ ہو :

GUINEA - FOWL | "A FOWL OF THE RASORIAL ORDER, CLOSELY ALLIED TO THE PEACOCKS PHEASANTS, COMMON IN GUINEA" (THE CONCISE ENGLISH DICTIONARY)

(گنی فاؤل ــ زمین کو چھیلتے ہوئے چلنے والے مرغوں کی ایک قسم جس کا قریبی تعلق مور اور چکور سے ہے جو عام طور پر گنی کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں)۔

کیا یہ تشریحی بیان اس بات کی صاف تائید نہیں کرتا کہ وہ مور جو اوفیر سے ترسیلی بیڑے میں گئے مغربی افریقہ کے اسی گنی (GUINEA) علاقہ کے تھے؟

وجہ تسمیہ | اب ایک سوال رہ گیا کہ اس مقام کا قدیم نام اوفیر (OPHIR) کیسے پڑ گیا؟ اس کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جب شروع شروع میں فنیقی ملاح مغربی افریقہ کے ساحلی جنگلوں میں پہنچے ہوں گے تو ان گھنے جنگلوں میں علاوہ دیگر وحشی جانوروں کے

استاد سے کٹ حجتی کرنے والا اور اس سے ناخوش رہنے والا، لوگوں کی توہین کرنے والا، جانوروں سے مباشرت کرنے والا، وید اور پرانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا یا ان کے ذریعہ بازاروں میں روپیہ کمانے والا شول (سوال) میں جائے گا۔

چور، دغاباز، عوام کے سیدھے راستہ سے انحراف کرنے والا، باپ سے نفرت کرنے والا، خدا اور خدا کو ناپسند کرنے والا اور قیمتی جواہر کی قدر نہ کرنے والا کرمش (کریمیس) میں جائے گا۔

باپ دادا کے حقوق کا احترام اور دیوتاؤں کا ادب نہ کرنے والا، تیر، نیز ہتھیاروں کے پھل بنانیوالا ئیکش (لالاجکش) میں جائے گا۔ تلوار اور چھری بنانے والا بشس (وساسن) میں جائے گا۔

حاکموں سے انعام کی لالچ میں اپنا مال چھپانے والا، اور وہ برہمن جو گوشت، تیل، گھی، رنگ یا شراب بیچے، ادھومکھ (اُدھومُوک) میں جائے گا۔

مرغیوں، بلیوں، بکریوں، سوروں اور پرندوں کو موٹا کرنے والے کا ٹھکانہ رودھر کند (رودھیرانہ) بازاروں میں کھیل تماشہ کرنے والا، گانے والا، قضائے حاجت کے لئے گڑھے کھودنے والا، متبرک ایام میں مباشرت کرنے والا، گھروں میں آگ برسانے والا، ساتھی کو دھوکا دینے والا اور اس کے مال کی لالچ میں اس کے ساتھ رہنے والے کا ٹھکانا رُودر (رُدھیر) ہے۔

چھتوں سے شہد نکالنے والا بترن (ویترنی) رسید ہوگا۔

مال غصب کرنے والا اور جوانی کے نشہ میں عورتوں کو اغوا کرنے والے کا ٹھکانہ کرش (کرشن) درخت کاٹنے والا اسپترین (اسیپترونا) میں، شکاری اور شکار کا جال بنانے والا بہنجال (وہنجوال) میں جائے گا۔

مقررہ رسوم سے لاپرواہی کرنے والا اور مذہبی ضوابط کی خلاف ورزی کرنے والا سب سے بڑا مجرم ہے اور وہ سند نشک (سندمشک) کی سزا بھگتے گا۔

ان تفصیلات کو پیش کرکے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مذہب میں کیا باتیں ناپسندیدہ اور گناہ کے مترادف ہیں۔

دنیا سے نجات پانے کا طریقہ

بیرونی[1]

چونکہ روح اس عالم میں مقید ہے اور چونکہ اس قید کے اسباب ہیں اس لئے قید سے نجات نے کے لئے ضروری ہے کہ ان اسباب کے برعکس اسباب پیدا ہوں، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہندؤوں کی رائے میں قید کا سبب جہالت ہے، اس لئے اس کی نجات گیان (علم) ہی کے ذریعہ لن ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب روح کو اشیا کا کلی اور کامل علم ہو جائے اور شک وریب کے رے پردے مرتفع ہو جائیں۔ روح پر جب موجودات کے حدود و امتیازات واضح ہو جاتے ہیں اس کو اپنی ذات کا صحیح شعور اور اپنی ابدیت سے متصف شرافت کا ادراک ہو جاتا ہے، اس پر مادہ کا گھٹیا پن جو اس کی صورت میں تغیر اور فنا پذیری کے باعث ہے، واضح ہو جاتا ہے، وہ مادہ سے تعلق توڑ لیتی ہے اور اس پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ جس چیز کو وہ خیر و لذت سمجھ رہی تھی وہ شر اور مصیبت تھی، اس طرح اس کو حقیقی گیان حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مادہ سے منہ موڑ لیتی ہے۔

پتنجلی کا مصنف لکھتا ہے: خدا کی وحدانیت کے دھیان میں کھو جانے سے انسان کو ایک نیا شعور حاصل ہوتا ہے، جو خدا کا طالب ہوتا ہے وہ بلا استثنا رکل مخلوق کی بھلائی چاہتا ہے اور جو شخص صرف اپنی ذات میں اُلجھا رہتا ہے اس کو اپنی زندگی سے کوئی حقیقی فائدہ نہیں پہنچا، جو شخص خدا کے تصور میں کھو کر گیان حاصل کرلے اس کی روحانی قوت جسمانی قوت پر غالب آجاتی ہے، اور وہ ان آٹھ قوتوں کا مالک ہو جاتا ہے اور ہر حاجت سے بے نیاز :-

(۱) وہ بدن کو اتنا لطیف کر سکتا ہے کہ وہ آنکھوں سے چھپ جائے۔

(۲) بدن کو اتنا ہلکا کر سکتا ہے کہ اس کے لئے کانٹوں، دلدل اور مٹی پر چلنا یکساں طور پر آسان ہو جائے۔

(۳) اپنے جسم کو اتنا بڑھا سکتا ہے کہ دیکھنے والوں کو عجیب اور ہیبتناک نظر آئے۔

(۴) اپنے ہر ارادہ کو پورا کر سکتا ہے۔

---

[1] کتاب الہند صفحہ ۳۳-۳۴

(۵) جس بات کو جاننا چاہے جان سکتا ہے۔

(۶) اپنے ماتحتوں اور رعایا کو فرماں بردار رکھ سکتا ہے۔

(۷) دور دراز مسافت چشم زدن میں طے کر سکتا ہے۔

عمدہ کردار

بیرونی[1]:-

عمدہ کردار وہ ہے جس کے اصول دین کی طرف سے مقرر ہوں، ہندوؤں کے ہاں چھوٹے ضوابط دین کے علاوہ جو بہت ہیں، یہ نو بنیادی ضابطے ہیں۔

(۱) قتل نہ کرنا۔ (۲) جھوٹ نہ بولنا۔

(۳) چوری نہ کرنا۔ (۴) زنا نہ کرنا۔

(۵) مال و دولت جمع نہ کرنا۔ (۶) پاکی اور صفائی کا التزام کرنا۔

(۷) ہمیشہ روزہ رکھنا، نیز سادہ اور روکھی زندگی بسر کرنا۔

(۸) خدا کی عبادت اور اس کی تسبیح و تمجید میں لگا رہنا۔

(۹) ہر وقت دل میں اوم اوم (خدا) کی مالا جپنا۔ (باقی)

---

[1] کتاب الہند ص ۳۶-۳۷

فاروق اعظمؓ کے سرکاری خطوط

مرتبہ و مترجمہ ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب

مکاتیب و فرامین کا یہ بیش بہا مجموعہ اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ اب تک کسی زبان میں وجود میں نہیں آیا تھا، ایک بے مثال تاریخی دور کی انتظامی خصوصیات اور امور مملکت سمجھنے کے لئے بہترین دستاویز۔ اصل عربی خطوط علیحدہ طبع کئے گئے ہیں۔

حصہ اردو ۲۴۷ خطوط۔ • صفحات ۲۶۷ • بڑی تقطیع • قیمت ۸/- مجلد ۹/-
عربی خطوط بلا جلد قیمت ۱/-

ملنے کا پتہ :- مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶